حسن عباس رضوی

نبی اور رسُول

ایک بصیرت افروز خط و کتابت جو آج بھی اتنی ہی تروتازہ ہے جتنی ۱۹۶۶ء میں تھی

قرآن کریم نے حضرات انبیائے کرام اور مرسلین عظام کے لئے کہیں نبی کا لفظ استعمال کیا ہے، کہیں رسول کا۔ یہ دونوں الفاظ، ایک ہی حقیقت کے دو گوشے ہیں۔ محض سمجھنے کی خاطر کہیئے کہ نبوت، خدا سے وحی پانا، اور رسالت، اس وحی کو آگے پہنچانا تھا۔ اور جس طرح یہ ممکن نہیں تھا کہ ایک رسول، خدا سے وحی تو نہ پائے اور خدا کے پیغامات لوگوں تک پہنچائے۔ اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ ایک نبی خدا سے وحی پائے اور اسے دوسروں تک نہ پہنچائے۔ اس لئے ہر نبی رسول ہوتا تھا اور ہر رسول کے لئے نبی ہونا لازمی تھا یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں ایک ہی شخصیت کو کہیں نبی کہا گیا ہے اور کہیں رسول۔

لیکن نہ معلوم ہمارے ہاں یہ عقیدہ کہاں سے آ گیا کہ رسول وہ ہوتا ہے جسے خدا کی طرف سے کتاب ملتی ہے اور نبی صاحب کتاب نہیں ہوتا۔ حالانکہ نبی اور رسول کی یہ تفریق، قرآن کریم کی واضح تعلیم کے یکسر خلاف ہے۔ یہ غلط عقیدہ کہیں سے آ گیا اور اس کے بعد (اندھی تقلید کا بُرا ہو) کہ صدیاں گذر گئی ہیں کہ ہمارے ہاں اسے برابر دہرایا جا رہا ہے اور کوئی کھڑا ہو کر اتنا نہیں کرتا کہ (زیادہ نہیں تو کم از کم) قرآن کریم کی دو آیتوں کو سامنے رکھ لے، جن میں سے ایک میں یہ کہا گیا ہے کہ ہم نے تمام نبیوں کو کتاب دی ہے اور دوسری میں بیان ہوا ہے کہ ہم نے تمام رسولوں کو کتاب دی۔ یہاں تک کہ مرزا غلام احمد صاحب نے بھی (جن کا دعویٰ یہ تھا کہ انہیں خدا کی طرف سے وحی ملتی ہے) بڑی شدومد سے نبی اور رسول کی اس تفریق کو پیش کیا اور کہا کہ

من نیستم رسول نے آوردہ ام کتاب!

اور دعویٰ یہ کیا کہ میں نبی ہوں، رسول نہیں ہوں (یہ الگ بات ہے کہ ان کے متبعین نے انہیں ''صاحب شریعت'' یعنی رسول، ثابت کرنے کی بھی کوشش کی)

(۲) راولپنڈی سے ایک ماہ نامہ شائع ہوتا ہے۔ فیض الاسلام۔ اس میں ایک عنوان تفسیر قرآن سے بھی متعلق ہے۔ اس تفسیر کے لکھنے والے۔ مولانا محمد فضل قدیر صاحب ظفر ندوی ہیں۔ ہم ان صاحب سے ذاتی طور پر واقف نہیں۔ لیکن ندوی سے ظاہر ہے کہ آپ ندوۃ العلماء (لکھنو) کے فارغ التحصیل عالم ہیں۔ انہوں نے (جون 1966ء کے شمارہ میں) **ولکن رسول اللہ وخاتم النبین** کی تفسیر کرتے ہوئے، نبی اور رسول میں یہی فرق بتایا۔ اس پر حسن عباس صاحب نے

(جو پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ کوئٹہ کے دفتر میں سپرنٹنڈنٹ ہیں) ندوی صاحب کی توجہ قرآنی تعلیم کی طرف منعطف کرائی اور اس سے ایک مختصر سی خط و کتابت وجود میں آ گئی جسے ہم بمسرت درج ذیل کرتے ہیں۔ اس میں آپ دیکھیں گے کہ ایک طرف ایک فارغ التحصیل عالم دین ہیں اور دوسری طرف ایک ''مسٹر'' (جنہیں ہمارے علماء حضرات بڑی حقارت سے ''دفتر کے بابو'' کہہ کر دھتکارا کرتے ہیں) آپ اس خط و کتابت پر غیر جانبدارانہ نگاہ ڈالیئے اور دیکھئے کہ ان دونوں میں سے کس کی نگاہ قرآن پر زیادہ وسیع اور گہری ہے۔ اس سے یہ حقیقت سامنے آجائے گی کہ **ذلك فضل الله يوتيه من يشاء**۔ قرآن فہمی وہ فضل ایزدی ہے جو ہر اس شخص کو حاصل ہو سکتا ہے، جو اسے لینا چاہئے۔ اس میں ''مولانا'' اور ''مسٹر'' کی کوئی تخصیص نہیں۔ نہ ہی اس کے لئے ان ''اٹھارہ علوم'' کی ضرورت ہے جو ہمارے دارالعلوموں میں پڑھائے جاتے ہیں۔ بلکہ یہ علوم قرآن فہمی کے راستے میں الٹے روک بن جاتے ہیں۔ اور یہ تو آپ کو شاید معلوم ہی ہے کہ ان دارالعلوموں کے نصاب میں قرآن کریم شامل ہی نہیں ہوتا۔

بہر حال، اب اس خط و کتابت کو ملاحظہ فرمایئے:

----------☆☆☆----------

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترمی ندوی صاحب:۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔

ماہنامہ ''فیض الاسلام'' راولپنڈی، بابت ماہ جون 66ء میں آپ کی بیان کردہ سورۃ ''الاحزاب'' کی چند آیات کی تفسیر صفحہ 15 تا 21 نظر سے گزری۔ آپ نے آیت ''**ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبين**'' کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی شخصیت سے یوں آگاہ کیا گیا کہ آپ کسی مرد کے باپ ہونے کی بجائے اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے خاتمہ پر مبعوث ہوئے ہیں۔ آپ کے بعد کوئی اور نبی نہ آئے گا۔ نبوت کے مقام سے رسالت کا مقام اخص ہے۔ ہر رسول نبی ہے، مگر ہر نبی رسول نہیں ہے۔ پس جب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو آپ کے بعد کوئی رسول بھی نہیں آئے گا۔ محولہ بالا تحریر کے خط کشیدہ الفاظ ''ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول نہیں ہے'' سے آپ کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اور نبی میں کوئی فرق ہے۔ رسالت اور نبوت دو علیحدہ علیحدہ منصب ہیں۔ دوسرے یہ کہ آپ کے الفاظ ''ہر رسول نبی ہے مگر ہر نبی رسول نہیں ہے'' سے آپ کا یہ خیال بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی ایسی خاص چیز ہے جو رسول کو نبی سے متمیز کرتی ہے اور یہ وہ چیز ہے جو نبی کے پاس نہیں ہوتی۔ کیونکہ ایک رسول منصب نبوت کا بھی حامل ہے، اس کے برعکس ایک نبی منصب رسالت کا حامل نہیں، تب ہی تو ہر نبی رسول نہیں ہے۔

اس ضمن میں، میں آپ سے درخواست کروں گا کہ ازراہ کرم مندرجہ ذیل نکات کی وضاحت قرآن کریم کی روشنی میں فرما دیجئے۔

(۱) رسول اور نبی میں کیا فرق ہوتا ہے؟

(۲) وہ کون سی چیز ہے جو رسول کو نبی سے متمیز کرتی ہے؟

جواب کا انتظار کروں گا۔ خیر طلب۔ محمد عباس

3/1 سپرنٹنڈنٹ ہاؤس۔ وہائٹ روڈ۔ کوئٹہ 12 جون 1966ء

مکرمی!

السلام علیکم! بواسطہ ادارہ آپ کا نامہ گرامی ملا۔ اس کم علم کی طرف سے یہ جواب ہے۔

''رسالت اور نبوت علیٰحدہ علیٰحدہ باہم متغائر چیزیں نہیں ہیں۔ رسالت بھی نبوت ہے مگر ایسی نبوت جو عام نبوت سے اخص ہے۔'' امام بھی نمازی ہے اور مقتدی بھی نمازی ہے۔ نماز دونوں میں قدر مشترک ہے مگر نماز باجماعت میں امام کا مقام خاص ہے۔ وہ مقتدیوں کی اقتداء نہ کرے، مقتدیوں کو اس کی اقتداء کرنا پڑے گی۔

رسول اور نبی میں قدر مشترک نبوت ہے۔ رسول نبی ہے مگر ایسا نبی جو صاحب شریعت ہو۔ اور جو صرف نبی ہے اس کا کام یہ ہے کہ رسول کی شریعت پر خود چلے اور لوگوں کو چلائے۔ ہر نبی پر وحی آئی۔ حدیث میں ان احکام کا ذکر ہے جو وں میں حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئے کہ وہ خود ان پر عمل کریں، اور نبی اسرائیل کو جمع کر کے سنا دیں۔ مگر حضرت یحییٰ فقط نبی تھے۔ ان ہی کے ہم عصر اور ہم شہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول تھے اور صاحب کتاب وصاحب شریعت تھے۔ حضرت یحییٰ ان کے متبع تھے۔ قرآن پاک میں رسول کو نبی کہا گیا ہے مگر جو صرف نبی تھا اس کو رسول نہیں کہا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شمار پانچ ''اولوالعزم من الرسل'' میں سے ہے مگر ان کو ''صدیقاً نبیاً'' کہا گیا ہے۔

حضرت اسحاق وحضرت یعقوب علیہما الصلوٰۃ والسلام نبی تھے، رسول نہ تھے۔ صحف ابراہیم کی دعوت دیتے تھے

''**وھبنا لہ اسحٰق ویعقوب وکلًا جعلنا نبیًا** (مریم۔49) ہم نے اس کو (یعنی حضرت ابراہیم کو) اسحاق اور (پوتا) یعقوب عطا فرمایا۔ ان میں سے ہر ایک کو ہم نے نبوت دی تھی۔ پھر چند آیتوں کے بعد حضرت اسمٰعیل کا ذکر یوں آیا۔

واذکر فی الکتاب اسمعیل انہ کان صادق الوعد وکان رسولاً نبیًا ۔(مریم۔54)، اور (اے پیغمبر!) الکتاب (یعنی قرآن) میں اسمٰعیل کا ذکر کر، بلاشبہ وہ اپنے قول میں سچا تھا۔ اور رسول اور نبی تھا۔ ان دونوں حیثیتوں کے جامع ہونے کی وجہ سے ان کا مرتبہ حضرت اسحاق سے بلند تھا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔'' **ان اللہ اصطفی من ولد ابراھیم اسمعیل** '' (مسلم)۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی اولاد میں اسمٰعیل کو برتری دی۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دونوں مرتبوں رسالت ونبوت کا جامع بنایا۔'' **فامنوا باللہ ورسولہ النبی الامی** (اعراف 158) پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول نبی امی پر۔''

اس آیت پر قرطبی لکھتے ہیں۔'' **فان الرسول اخص من النبی وقدم الرسول اھتماما لمعنی الرسالتہ رسول نبی سے اخص ہے اور (اس امت میں) رسول کو مقدم رکھا بطور اہتمام معنویت رسالت۔**''

بہت سی آیتیں ہیں جن سے رسول کی امتیازی شان واضح ہوتی ہے۔ مثلاً **وما کان ربک مھلک القریٰ حتیٰ یبعث فی امھا رسولاً یتلوا علیھم اٰیٰتنا** (قصص۔59) اور آپ کا رب ان بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ ان

کے صدر مقام میں کسی رسول کو نہ بھیجے کہ وہ ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے۔

''رسول کا صاحب شریعت ہونا اس کو نبی سے متمیز کرتا ہے۔''

22 جون 1966 محمد فضل قدیر ظفر ندوی

22 ظفر علی روڈ۔ لاہور

----------☆☆☆----------

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

گرامی قدر ندوی صاحب! سلام ورحمت! آپ نے جواب دینے میں جو زحمت فرمائی ہے، میں اس کا نہایت ہی ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ محترمی! میں قرآن حکیم کا ایک ادنیٰ سا طالب علم ہوں۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ ایک طالب علم کی کتنی جستجو ہوتی ہے۔ اسی جذبہ کے تحت میں نے آپ سے وضاحت کی درخواست کی تھی۔ آپ کا پھر ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا کہ جواب کی زحمت گوارا فرمائی۔ اسی جذبہ تحصیل علم کے تحت میں آپ کی وضاحت سے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اپنے عریضہ مورخہ 12 جون 66ء میں حسب ذیل نکات کی وضاحت کی درخواست کی تھی۔ (۱) رسول اور نبی میں کیا فرق ہے؟ (۲) وہ کون سی چیز ہے جو رسول کو نبی سے متمیز کرتی ہے؟

آپ نے جو وضاحت اپنے نامہ گرامی مورخہ 22 جون 1966ء میں فرمائی ہے اس کے پیش نظر نکتہ نمبر 2 اور اس کی وضاحت کے متعلق پہلے عرض کرنا مناسب رہے گا۔ کیونکہ یہی اصولی نکتہ ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا:

''رسول کا صاحب شریعت ہونا، اس کو نبی سے متمیز کرتی ہے۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول ''صاحب کتاب'' ہوتا ہے اور نبی ''بغیر کتاب'' اور ''کتاب'' ہی ان دونوں میں وجہ امتیاز ہے۔ مگر محترم! مودبانہ عرض ہے کہ نبی اور رسول کی حیثیت کا یہ امتیاز انسانوں کا خود ساختہ معلوم ہوتا ہے۔ قرآن حکیم اس کی تائید نہیں کرتا۔ برعکس اس کے قرآن حکیم کی رو سے نبوت اور رسالت ایک ہی منصب کے دو نام اور ایک ہی سکہ کے دو رخ ہیں۔ اصطلاح کے اعتبار سے نبوت کے معنی ہیں وحی کا ملنا، اور رسالت کے معنی ہیں اس وحی کو آگے پہنچانا۔ اور فارسی میں بھی تو رسول کو ایلچی کہتے ہیں، اور اردو میں پیغامبر یعنی پیغمبر۔ جب ہم رسول یا پیغمبر کہتے ہیں تو اس کیفیت میں ایک ایسا مقام بھی آجاتا ہے جہاں متعلقہ شخص وہ پیغام (رسلت) حاصل کرتا ہے جس کو لے کر وہ آگے بڑھتا ہے اور دوسروں کو (Convey) کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی پیغام (رسلت) حاصل کرتا ہے وہ صرف اس کی ذات محدود نہیں ہوتے۔ اگرچہ انسان ہونے کی جہت سے سب سے پہلے وہ خود اس پیغام کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہے، پھر اس کو دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ یہ واسطہ (Medium) ہوتا ہے خدا اور انسانوں کے درمیان۔ اور اگر کسی شخص کو خدا کی طرف سے وحی نہ ملے تو وہ لوگوں تک کیا پہنچا پائے گا۔ لہٰذا نبوت کے بغیر رسالت اور رسالت کے بغیر نبوت کے متعلق سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ چونکہ نبوت اور رسالت ایک ہی منصب کے دو پہلو ہیں، اس لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حاملان وحی کو کہیں انبیاء کہا ہے اور کہیں رسول۔

جہاں تک کتاب (شریعت) کا تعلق ہے، قرآن حکیم کی رو سے بغیر کتاب نبی ہو ہی نہیں سکتا۔ بالفاظ دیگر ہر نبی اور رسول کے ساتھ کتاب نازل کی گئی۔ رسولوں کے متعلق ارشاد ہے:

لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت وانزلنا معھم الکتاب (57/25) اور بلاشبہ ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا۔ اور ان سب کے ساتھ کتاب (ضابطہ خداوندی) نازل کی۔ اور اسی طرح ہر نبی کے ساتھ کتاب نازل کی گئی: **کان الناس امۃ واحدۃً** ز **فبعث اللہ النبین مبشرین ومنذرین** ص **وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ** (2/213)

چونکہ نوع انسانی کو ایک امت کی حیثیت سے زندگی بسر کرنا تھی اس لئے خدا نے انبیاء کو بھیجا جو اعمال صالح کے خوشگوار نتائج کی خوشخبری دینے والے اور اعمال بد کے دردناک نتائج وعواقب سے آگاہ کرنے والے تھے۔ اور ان سب کے ساتھ کتاب (ضابطہ قوانین) نازل کی، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان حق وباطل کا فیصلہ کردے۔

لفظ **معھم** (ان سب کے ساتھ) سے کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ پہلی آیت میں رسولوں کا ذکر ہے اور ساتھ کتاب ہے۔ اور دوسری آیت میں انبیاء کا ذکر ہے اور ساتھ کتاب ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی رسول، اور کوئی نبی بغیر کتاب (شریعت) نہیں آیا۔ لہٰذا تشریعی اور غیر تشریعی نبی کی تفریق کا تصور یکسر غیر قرآنی اور غلط ہے۔

چونکہ آیت (2/213) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یعنی خاتم النبین پر نازل ہوئی تھی اس لئے اور "**نبیتین**" کے ساتھ "ال" کی رعایت سے حضورؐ سے پہلے تمام انبیاء کرام کو محیط ہے۔ بالفاظ دیگر حضورؐ سے پہلے جتنے بھی نبی گزرے ہیں، ہر ایک کے ساتھ ایک کتاب (شریعت) نازل کی گئی تھی۔ اور آگے بڑھیئے اور قرآن حکیم کے ان مقامات کو سامنے لایئے جہاں ایمان کی شرائط بیان کی گئی ہیں:

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولٰکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتاب والنبین (2/177) یہ کوئی بھلائی کی بات نہیں کہ تم اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو، البتہ بھلائی اور نیکی اس شخص کی بھلائی اور نیکی ہے جو اللہ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور انبیاء پر ایمان لائے

آگے ارشاد ہے: **امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون** ط **کل امن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ** (2/285) اللہ کا رسول، اس پر ایمان رکھتا ہے جو اس کے پروردگار کی طرف سے اس پر نازل ہوا۔ اور جو لوگ (دعوت حق ر) ایمان لائے ہیں وہ بھی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔

محولا بالا آیات میں ایک جگہ "**نبیین**" اور دوسری جگہ "رسل" کہا۔ باقی شرائط مشترکہ ہیں۔ اسی طرح جہاں اپنی خصوصیتوں کے لحاظ سے بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے، وہاں ایک جگہ انہیں "رسل" کہا گیا ہے اور دوسری جگہ "انبیاء" **تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم ورجٰت** (2/253)

یہ ہمارے رسول ہیں، جن میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے (یعنی اگرچہ پیغمبری کے لحاظ سے سب کا

درجہ یکساں ہے، لیکن اپنی خصوصیتوں کے لحاظ سے مختلف درجے رکھتے ہیں) ان میں سے کچھ تو ایسے تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا، بعض ایسے تھے جن کے درجے (ان کے وقتوں اور حالتوں کے مطابق دوسری باتوں میں) بلند کئے گئے۔

سورۂ بنی اسرائیل میں ہے: **وربك اعلم بمن في السمٰوت والارض ط ولقد فضلنا بعض النبيين على بعض واٰتينا داوٗد زبورًا** (17/55) اور اے پیغمبر اسلام! تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں کون کون لوگ ہیں اور بلاشبہ ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی۔ (یعنی اگرچہ پیغمبری کے لحاظ سے سب کا درجہ یکساں ہے مگر اپنی اپنی خصوصیتوں کے لحاظ سے مختلف درجہ رکھتے ہیں) اور داؤد کو ہم نے زبور عطا کی۔

مندرجہ بالا تصریحات قرآنی سے بالکل واضح ہے کہ:۔

۱۔ اصطلاح کے اعتبار سے نبوت کا معنی ہے وحی کا ملنا اور رسالت کے معنی ہیں اس وحی کو دوسروں تک پہنچانا۔

۲۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے وحی حاصل کرتا ہے، وہ اس کی ذات تک محدود نہیں ہوتی (اگرچہ انسان ہونے کی جہت سے سب سے پہلے وہ خود اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے) بلکہ وہ حاصل ہی اس لئے کرتا ہے کہ وہ اسے دوسروں تک پہنچائے۔

۳۔ جب کوئی شخص وحی یا پیغام حاصل نہ کرے، وہ دوسروں تک کیا پہنچائے گا؟

۴۔ جب کوئی شخص وحی حاصل کرتا ہے تو نبی کہلاتا ہے اور جب اس وحی (پیغام) کو لوگوں تک پہنچاتا ہے تو رسول کہلاتا ہے۔

۵۔ اس لئے نبوت اور رسالت ایک ہی منصب کے دو پہلو اور ایک ہی شے کے دو رخ ہیں۔ ان سعادت مند ہستیوں کو کبھی نبی کہہ کر پکارا گیا تو کبھی رسول۔ مطلب دونوں سے ایک ہی ہے۔

۶۔ کتاب کے بغیر کوئی شخص نبی نہیں ہوسکتا ہے اور اسی طرح کوئی رسول بھی کتاب کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ دونوں ایک ہی شخص کی کیفیتیں ہیں۔

۷۔ تشریعی اور غیر تشریعی نبوت خود ساختہ تقسیم ہے۔ قرآن سے اس کو دور کا واسطہ نہیں۔

۸۔ رسول اور نبی دونوں صاحب شریعت ہیں۔ اس لئے منصب کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

فلہٰذا آپ کا یہ ارشاد کہ ''رسول کا صاحب شریعت ہونا اس کو نبی سے متمیز کرتا ہے'' نصوص قرآنی سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ اب وہ وضاحت جو آپ نے نکتہ نمبر (۱) میں فرمائی ہے، اگرچہ اصولی طور پر طے ہوجاتی ہے تاہم اس میں کچھ باتیں ایسی ہیں جن کے متعلق کچھ مزید عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔

''رسالت اور نبوت علیحدہ علیحدہ باہم متغائر چیزیں نہیں ہیں۔ رسالت بھی نبوت ہے مگر ایسی نبوت جو عام نبوت سے اخص ہے۔ امام بھی نمازی ہے اور مقتدی بھی نمازی ہے۔ نماز دونوں میں قدر مشترک ہے۔ مگر نماز باجماعت میں امام کا مقام خاص ہے۔ وہ مقتدیوں کی اقتداء نہ کرے گا، مقتدیوں کو اس کی اقتداء کرنا پڑے گی۔''

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ آپ نے مساجد میں نماز ادا کرتے وقت امام اور مقتدی کی جو تقسیم بیان فرمائی ہے وہ تو مسجد کی چار دیواری تک محدود ہوتی ہے۔ اس کا باہر کی دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس معنوی تقسیم کا اثر تو یہ ہے کہ ایک آدمی وقتی طور پر امامت کراتا ہے۔ اور آپ نے دلیل یہ دی ہے کہ دوسرے نمازی اس کی اقتداء کرتے ہیں۔ جونہی لوگ مسجد کی چار

دیواری سے باہر نکلتے ہیں، تو اکثر لوگ کاروں، رکشوں اور تانگوں میں سوار ہو کر روانہ ہو جاتے ہیں۔ مگر امام بے چارے کے پاس سائیکل تک نہیں ہوتی اور وہ سب کے پیچھے پاؤں گھسیٹتا چلا جاتا ہے اور وہی نمازی جو چند ساعت پہلے اس کی آواز پر رکوع وسجود میں جھک جاتے تھے، مسجد کی چار دیواری کے باہر وہ امام صاحب کو پہچانتے بھی نہیں ہیں۔ ایک نبی یا رسول امام ہوتا ہے بنی نوع انسان کا۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ''انی جاعلك للناس اماما''۔ اور یہ تفرق ابدی ہوتی ہے یہ امامت، نبوت اور رسالت ہی ہوتی ہے۔ جو خدا کی طرف سے ملتی ہے۔

اور یہ وہ منصب ہے جس کی وجہ سے ایک نبی یا رسول کا مقام اخص ہوتا ہے عام انسانوں سے نہ کہ ایک دوسرے سے۔ آپ آگے فرماتے ہیں:۔ ''رسول اور نبی میں قدر مشترک نبوت ہے۔ رسول نبی ہے مگر ایسا نبی جو صاحب شریعت ہو۔ اور جو صرف نبی ہے، اس کا کام یہ ہے کہ رسول کی شریعت پر خود چلے اور لوگوں کو چلائے۔ ہر نبی پر وحی آئی۔''

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ قرآنی حقائق کی رو سے جو پہلے عرض کئے جا چکے ہیں جس طرح رسول اور نبی میں قدر مشترک ''نبوت'' ہے۔ اسی طرح نبی اور رسول میں قدر مشترک ''رسالت'' ہے کیونکہ یہ دونوں ایک ہی منصب کے دو پہلو ہیں دونوں صاحب شریعت ہوتے ہیں۔ اس طرح دونوں اپنی اپنی شریعت کے مطابق سرگرم عمل ہوتے ہیں، اگرچہ یہ شریعت دوسرے نبی کی شریعت سے متضاد یا متخالف نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہے۔ حوالہ کے لئے سورۃ مائدہ کی آیات نمبر 46 اور نمبر 48 ملاحظہ فرمائیں۔

پھر آپ نے فرمایا ہے کہ:۔

''حضرت یحییٰ فقط نبی تھے، رسول نہ تھے۔ ان کے ہم عصر اور ہم شہر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول تھے اور صاحب کتاب اور صاحب شریعت تھے۔ حضرت یحییٰ ان کے متبع تھے۔''

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے، نبی اور رسول ایک ہی منصب کے دو پہلو ہیں اور دونوں کو کتاب عطا ہوتی ہے۔ جو اس نبی اور رسول کی شریعت ہوتی ہے اور اس کتاب کی وجہ سے جو اسے بذریعہ وحی ملتی ہے، وہ شخص نبی یا رسول کہلاتا ہے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آیا حضرت یحییٰ پر کوئی کتاب نازل ہوئی تھی۔ اگر کتاب نازل ہوئی تھی تو لامحالہ آپ رسول ہیں۔ سورۃ الانعام کے دسویں رکوع میں ارشاد ہے:۔

وتلك حجتنا اٰتينٰها ابراهيم علىٰ قومه ط نرفع درجٰت من نشآء ط ان ربك حكيم عليم ووهبنا له اسحٰق ويعقوب ط كلًا هدينا ونوحًا هدينا من قبل ومن ذريته داوٗد وسليمٰن وايوب ويوسف وموسىٰ وهارون ط وكذالك نجزى المحسنين وذكريا ويحيىٰ وعيسىٰ والياس ط كل من الصالحين واسماعيل واليسع ويونس ولوطًا ط وكلًا فضلنا على العٰلمين ------اولٰئك الذين اتينٰهم الكتٰب والحكم والنبوة (6/83.90)

یہ ہماری دلیلیں ہیں جو ہم نے ابراہیمؑ کو اپنی قوم پر غالب آنے کے لئے عطا کی تھیں۔ ہم جس کے مرتبے چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں۔ بے شک تیرا پروردگار حکمت والا باخبر ہے۔ اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق اور (پوتا) یعقوب دیا۔ ہم نے ان

سب کو راہ راست دکھائی، وہی راہ جسے ہم پہلے نوح کو دکھا چکے ہیں اور ابراہیم کی نسل میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون کو بھی یہی راہ دکھائی ہم اس طرح نیک کرداروں کو ان کی نیک کرداری کا بدلہ دیتے ہیں۔ اور زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس کو، کہ یہ سب صالح انسانوں میں سے تھے۔ اور نیز اسماعیل، الیسع، یونس اور لوط کو، کہ ان سب کو ہم نے دنیا والوں پر برتری دی تھی..... اے پیغمبر! یہ وہ لوگ ہیں، جنہیں ہم نے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا فرمائی۔

قرآن حکیم کے اس واضح ارشاد کے مطابق، مذکورہ بالا اصحاب میں سے ہر ایک کو کتاب اور نبوت دی گئی۔ چونکہ ہر ایک کو کتاب (شریعت) عطا ہوئی، اس لئے یہ سب کے سب رسول ہیں۔ ان میں حضرت یحییٰ کا نام بصراحت موجود ہے، اور اس آیت کے مطابق ان کو بھی نبوت کے ساتھ کتاب ملی۔ چنانچہ حضرت یحییٰ بھی رسول ہیں۔ اس لئے آپ کا یہ ارشاد کہ ''یحییٰ فقط نبی تھے، رسول نہ تھے'' نص قرآنی کے خلاف ہے۔

باقی رہی آپ کی یہ بات کہ حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ کے متبع تھے، جس کی رو سے آپ حضرت عیسیٰ کی شریعت کی طرف دعوت دیتے تھے، اور آپ کی اپنی شریعت کوئی نہ تھی، آپ کا یہ استدلال بھی قرآن حکیم کے خلاف ہے۔ اول تو قرآن حکیم میں یہ کہیں نہیں کہ حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ کے متبع تھے اور ان کی شریعت کی طرف دعوت دیتے تھے۔ اگر ایسا ہو تو بھی یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کی اپنی کتاب (شریعت) کوئی نہیں تھی۔ اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت شاہد ہے۔ مثلاً حضورؐ برعکس دوسرے انبیاء کے تمام نوع انسانی کے لئے رسول ہیں۔ اور آپ کی کتاب (شریعت) یعنی قرآن حکیم بھی تمام اقوام عالم کے لئے ہدایت ہے جس کی موجودگی میں اب کسی دوسری کتاب کی اتباع لازم نہیں رہی۔ اگرچہ ان پر ایمان لازمی ہے۔ ایسی شریعت کا حامل کہ جس کے ہوتے ہوئے اب کسی اور شریعت کی ضرورت نہیں (نہ سابقہ نہ آئندہ) اس کے متعلق ارشاد ہے:

ثم اوحينا اليك ان اتبع ملته ابراهيم حنيفاً ۔ وما كان من المشركين (16/123) اور پھر (اے پیغمبر!) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی کہ ابراہیمؑ کے طریقہ کی اتباع کرو، ہر طرف سے ہٹا ہوا (صرف دین حق پر کاربند رہنے والا) اور مشرکوں میں سے نہ تھا۔ یہی نہیں، امت مسلمہ کو بھی ملت ابراہیم کی اتباع کی تلقین فرمائی۔

قل صدق الله فاتبعوا ملته ابراهيم حنيفاً ط وما كان من المشركين (3/95)

(اے پیغمبرؐ ان لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ اللہ نے سچائی ظاہر کر دی ہے۔ پس ابراہیمؑ کے طریقہ کی اتباع کرو، جو ہر طرف سے ہٹ کر صرف اللہ ہی کا ہو کر رہتا ہے اور یقیناً ابراہیمؑ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھا۔

ان آیات مقدسہ میں واضح طور پر موجود ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابراہیمؑ کے متبع تھے، یہی نہیں، بلکہ لوگوں سے بھی یہی کہا کہ ملت ابراہیمی کی اتباع کرو۔ یہی صحیح راستہ ہے۔ اس سے یہ استدلال تو نہیں کیا جا سکتا کہ حضورؐ کی اپنی شریعت یا کتاب نہ تھی۔ اس طرح آپ کا یہ استنباط کہ چونکہ حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰؑ کے متبع تھے، اس لئے ان کی اپنی کتاب یا شریعت نہیں تھی اور نہ ہی وہ رسول تھے، صحیح نہیں۔ آپ آگے فرماتے ہیں۔

''حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی تھے، رسول نہ تھے، صحف ابراہیم کی دعوت دیتے تھے۔

اس ضمن میں عرض ہے کہ جب رسالت کا معیار کتاب (شریعت) ہے تو ہم سورۃ الانعام کے دسویں رکوع میں دیکھ چکے ہیں کہ ان ہر دو اصحاب کو بھی کتاب دی گئی تھی جس کی وجہ سے یہ بھی رسول تھے۔ لیکن دوسری جگہ ہے:-

ان اوحینا الیک کما اوحینا الی نوحٍ والنبین من بعدہٖ واوحینا الی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وعیسیٰ وایوب ویونس وھارون وسلیمٰن واٰتینا داوٗد زبورًا ○ ورسلاً قد قصصنھم علیک من قبل ورسلاً لم نقصصھم علیک ط وکلم اللہ موسیٰ تکلیمًا ○ رسلاً مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل ط وکان اللہ عزیزٌ حکیمًا
(4/165.163)

اور اے پیغمبر اسلام! بلاشبہ ہم نے تمہاری طرف بالکل اسی طرح وحی کی ہے جس طرح ہم نے نوح کی طرف وحی بھیجی، اور نوح کے بعد دوسرے انبیاء کی طرف وحی کی تھی۔ اور جس طرح ہم نے ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب، اور اولاد یعقوب، عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون، اور سلیمان کی طرف کی تھی۔ اور اے پیغمبر! ہم نے تمہیں بالکل اسی طرح کتاب (قرآن) عطا کی ہے جس طرح ہم نے داؤد کو زبور عطا کی تھی اور (کچھ ان ہی حضرات پر منحصر نہیں) اور بھی بہت رسول ہیں، جن کے کچھ واقعات ہم نے اس سے پہلے تم سے بیان کر دیئے ہیں اور بہت سے رسول ایسے ہیں جن کے واقعات ہم نے تم سے بیان نہیں کئے (جس طرح ہم نے ان پر وحی کی تھی اور کتاب دی تھی) بالکل اسی طرح ہم نے تم پر بھی وحی کی ہے اور کتاب عطا کی، اور خدا نے موسیٰ سے اچھی طرح کلام فرمایا تھا۔ یہ سب کے سب خدا کے رسول تھے جو بشیر و نذیر تھے، تاکہ رسول کے آجانے کے بعد لوگوں کی خدا پر کوئی حجت باقی نہ رہے۔ اور تم جانتے ہی ہو کہ خدا بڑا غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔

ان آیات مقدسہ میں مذکورہ بالا تمام حضرات کو رسول کہا گیا ہے، جن میں حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں بصراحت موجود ہیں۔ یعنی دونوں رسول ہیں۔ اس طرح آپ کا یہ ارشاد کہ "حضرت اسحٰق اور یعقوب نبی تھے، رسول نہ تھے۔" صحیح نہیں۔ قرآن حکیم کی رو سے دونوں رسول ہیں اور صاحب شریعت ہیں۔

قرآن حکیم میں ان تمام چوبیس 24 پیغمبروں کو جن کا تعلق سامی نسل سے ہے، اور جن کے نام قرآن کریم میں دیئے گئے ہیں، رسول کہا ہے۔ محترمی! جیسا کہ میں نے آغاز میں عرض کیا ہے، میں قرآن حکیم کا ایک ادنیٰ سا طالب علم ہوں۔ جہاں تک میں نے قرآن حکیم کا مطالعہ کیا ہے، مجھے تو یہی معلوم ہوا ہے کہ نبی اور رسول ایک ہی منصب کے دو پہلو اور ایک ہی شے کے دو رخ ہیں، اگرچہ اصطلاح کے اعتبار سے نبوت کے معنی ہیں وحی کا ملنا اور رسالت کے معنی ہیں، اس وحی کو دوسروں تک پہنچانا۔ تاہم یہ ایک ہی ذات کی دو کیفیتیں ہیں، اس لئے نبی اور رسول میں کوئی فرق نہیں۔

آخر میں، میں آپ سے استدعا کروں گا کہ آپ میری معروضات پر قرآن کریم کی روشنی میں غور فرمائیں اور اپنے خیالات سے مطلع فرمائیں گے۔ 18 جولائی 1966ء فقط خیر طلب۔ حمید عباسی۔

3/1 سپرنٹنڈنٹ ہاؤس۔ وہائٹ روڈ۔ کوئٹہ

----------☆☆☆----------

مکرمی!۔السلام علیکم!

آپ کا طویل نوازش نامہ ملا۔رسول اور نبی کے بارے میں آپ کا مسلک منفرد نہیں ہے۔بعض اہل علم کا مسلک آپ سے ملتا جلتا ہے۔فتح محمد تائب لکھنوی کی تفسیر خلاصۃ التفاسیر کی تعریف مولانا عبدالماجد نے اپنی تفسیر ماجدی میں لکھی ہے خلاصۃ التفاسیر کی عبارت یہ ہے۔''نبی ورسول میں فرق مشکل ہے۔''مگر اکثر اہل علم نے رسول اور نبی میں امتیاز اس آیت سے قائم کیا ہے۔**وما ارسلناك من قبل من رسول ولا نبی** (سورہ حج 52)''اور نہیں بھیجا ہم نے پہلے تجھ سے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی۔''شرح عقائد نفسی اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔''رسول وہ بشر ہے جو کتاب کے ساتھ بغرض تبلیغ احکام بھیجا جائے اور نبی میں یہ قیود نہیں۔''

النظم الفرائد (مصنفہ محمد حسین سنبلی) میں لکھا ہے۔''رسول میں کتاب ودین جدید وشرع جدید مشروط ہے۔''رسول کے معنی پیغام رساں اور نبی کے معنی خبردار۔'' جمہور مفسرین اور متکلمین کا مسلک یہی ہے کہ نبی عام ہے۔ہر رسول نبی ہے اور رسول خاص ہے۔تائید میں یہ روایت منقول ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔''ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں،ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں۔''

آپ اس امتیاز کا ثبوت قرآن سے مانگتے ہیں،تو واضح وبین الفاظ میں ایسا ثبوت قرآن سے ملنا مشکل ہے۔بہت سے مسائل کی تفصیل قرآنی نہ ملے گی۔نماز کی رکعتیں قرآن میں کہاں ہیں۔التحیات کا ذکر ہی نہیں۔ختنہ کا ذکر ہی نہیں،زکوٰۃ کی تفصیل ہی نہیں۔ماشاءاللہ قرآن میں آپ کا مطالعہ وسیع ہے۔**اللھم زد فزد**۔محدود سی علمیت والا یہ راقم آثم اس سے زیادہ نہیں جانتا۔

محمد فضل قدیر۔ظفر۔ندوی

22۔ظفر علی روڈ۔لاہور

----------☆☆☆----------

طلوع اسلام

خط وکتابت آپ نے ملاحظہ فرمالی۔چونکہ ندوی صاحب نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ''محدود سی علمیت والا یہ راقم آثم اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔''جو اس امر کا اشارہ ہے کہ یہ خط وکتابت ختم کردی جائے،اس لئے حسن عباس صاحب نے اس سلسلہ کو آگے نہیں بڑھایا۔آپ نے ایک بات نمایاں طور پر دیکھی ہوگی کہ حسن عباس صاحب اپنے ہر دعوے کی سند میں قرآن کریم کی آیت پیش کرتے ہیں لیکن ندوی صاحب فرماتے ہیں کہ خلاصۃ التفاسیر میں یوں لکھا ہے۔شرح عقائد نفسی اور تفسیر کبیر میں یوں آیا ہے۔صاحب النظم الفرائد کا ارشاد یہ ہے اور''جمہور مفسرین اور متکلمین کا مسلک یہی ہے کہ نبی عام ہے۔ہر رسول نبی ہے اور رسول خاص ہے۔''(غالباً ندوی صاحب یہ کہنا چاہتے تھے کہ ہر نبی رسول نہیں۔طلوع اسلام۔بس،یہ ہے وہ ذہنیت جو ان حضرات کو اللہ کی کتاب کی طرف آنے نہیں دیتی،اور خلاف قرآن عقائد ومسالک پر جمائے رکھتی ہے۔یعنی ان کے نزدیک سند وحجت خدا کی کتاب نہیں،''جمہور مفسرین ومتکلمین'' کا مسلک ہے۔خواہ وہ خدا کی کتاب کے خلاف ہی کیوں نہ جائے۔

ندوی صاحب اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ نبی کا کام یہ ہے کہ رسول کی شریعت پر خود چلے اور لوگوں کو چلائے۔اس کے بعد لکھتے ہیں:۔حضرت یحییٰ فقط نبی تھے۔رسول نہ تھے۔ان ہی کے ہم عصر اور ہم شہر حضرت عیسیٰؑ رسول تھے اور صاحب کتاب وصاحب شریعت تھے۔حضرت یحییٰ ان کے متبع تھے۔اس بات کا جواب تو حسن عباس صاحب دے چکے ہیں کہ قرآن کریم نے حضرت یحییٰ کو رسول کہا ہم اس مقام پر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ندوی صاحب کے ارشاد کے مطابق حضرت یحییٰ کے ذمے وہی کام عائد کیا گیا جو رسول کے ہر امتی کا فریضہ ہوتا ہے۔بہت اچھا۔لیکن اس کے ساتھ ہی ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ حدیث میں ان احکام کا ذکر ہے جو وحی میں حضرت یحییٰ پر نازل ہوئے کہ وہ خود ان پر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو جمع کر کے سنا دیں۔اب صورت یوں ہوئی کہ ایک طرف حضرت یحییٰ کو یہ حکم دیا گیا کہ تمہارے ہم عصر اور ہم شہر حضرت عیسیٰ کی طرف جو احکام بھیجے جا رہے ہیں، تم ان پر عمل کرو اور لوگوں سے بھی ان پر عمل کراؤ اور دوسری طرف خود حضرت یحییٰ کی طرف احکام بذریعہ وحی بھیجے جاتے تھے۔جن پر وہ خود بھی عمل کرتے تھے اور لوگوں تک بھی انہیں پہنچاتے تھے۔

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیئے!اس قسم کی باتیں ایک ''عالم دین'' ہی کر سکتا ہے۔ہم عامیوں کے بس کی یہ بات نہیں۔پھر ندوی صاحب فرماتے ہیں:۔آپ (رسول اور نبی کے) اس امتیاز کا ثبوت قرآن سے مانگتے ہیں تو واضح اور بین الفاظ میں ایسا ثبوت قرآن سے ملنا مشکل ہے۔سوال یہ ہے کہ جب قرآن کریم نے واضح اور بین الفاظ میں بتا دیا کہ نبی اور رسول میں کوئی فرق نہیں ہوتا، دونوں کو کتاب ملتی ہے، تو پھر کیا وہ خود ہی یہ بھی کہے گا کہ نبی اور رسول میں فرق ہوتا ہے؟ لیکن قرآن کہتا رہے کہ ان میں فرق نہیں ہوتا، یہ ضرور فرق پیدا کر کے رہیں گے۔اگر قرآن اپنے کسی دعویٰ کے خلاف کچھ نہیں کہتا، تو (ان حضرات کے نزدیک معاذ اللہ) یہ قرآن کا نقص ہے، جسے ''جمہور مفسرین اور متکلمین'' دور کر دیتے ہیں، قرآن کہتا ہے کہ نبی اور رسول میں فرق نہیں ہوتا۔یہ کہتے ہیں کہ فرق ہوتا ہے۔اور انہی کا ارشاد، ہمارے علماء کرام کے نزدیک سند ہوتا ہے اور اس کے بعد دلیل ملاحظہ فرمایئے:۔

اور بہت سے مسائل کی تفصیل قرآن میں نہ ملے گی۔نماز کی رکعتیں قرآن میں کہاں ہیں، التحیات کا ذکر ہی نہیں۔ختنہ کا ذکر ہی نہیں''، ''ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ'' اسے کہتے ہیں۔مستفسر کہتا ہے کہ قرآن کریم میں بہ نص صریح آیا ہے کہ نبی کو بھی کتاب ملتی تھی اور رسول کو بھی۔اس لئے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔مجیب کا جواب یہ تھا کہ ان دونوں میں فرق ہے۔مستفسر نے پوچھا کہ قرآن میں اس فرق کا ثبوت کہاں ہے؟ جواب ملا کہ بتاؤ! قرآن میں التحیات کا ذکر کہاں ہے۔انا للہ۔

آپ دیکھتے ہیں کہ یہ انداز کس ذہنیت کی غمازی کر رہا ہے؟ اور اس میں ندوی صاحب کی کوئی تخصیص نہیں ان تمام حضرات کی ذہنیت ایسی ہی ہوتی ہے۔ان حضرات کا پیش کردہ عقیدہ یہ ہے کہ رسول صاحب شریعت ہوتا ہے اور نبی صاحب شریعت نہیں ہوتا۔وہ رسول کی شریعت کا متبع ہوتا ہے۔قرآن کریم نے نبی اکرم کو خاتم النبیین کہا ہے۔خاتم الرسل نہیں کہا۔اب اگر کوئی یہ کہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہؐ کے بعد کوئی غیر تشریعی نبی نہیں آ سکتا، لیکن تشریعی نبی (یعنی رسول) آ سکتا ہے۔کیونکہ قرآن نے اس کی نفی نہیں کی، تو فرمایئے! آپ کا کیا جواب ہوگا؟ مرزا صاحب نے تو خاتم کے معنی ہی ''نبی گر'' کر دیئے ہیں اس لئے ان کی نگاہ اس طرف نہیں گئی۔ورنہ (اگر وہ خاتم کے معنی ''ختم کرنے والا'' لیتے تو) ان کے

لئے رسول (صاحب شریعت) ہونے کا دعویٰ بہت آسان تھا۔ وہ ان حضرات سے کہہ سکتے تھے کہ قرآن نے انبیاء (غیر تشریعی نبیوں) کا سلسلہ ختم کیا ہے، رسل (تشریعی نبیوں) کا سلسلہ ختم نہیں کیا۔ اس لئے میں رسول ہوں۔ ایران کے بہاء اللہ نے یہی دعویٰ کیا تھا۔ اس کا جواب تو قرآن ہی دے سکتا ہے جو نبی اور رسول میں کوئی فرق نہیں کرتا۔ اس لئے جب وہ نبی اکرمؐ کو خاتم النبیین کہتا ہے تو اس سے وحی کا دروازہ بند کر دیتا ہے۔ حضورؐ کے بعد کوئی شخص صاحب وحی ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا خواہ وہ اپنے آپ کو نبی کہے یا رسول۔

----------☆☆☆----------

اب آیئے اس آیت کی طرف جس سے یہ حضرات نبی اور رسول میں فرق پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جس کی طرف ندوی صاحب نے بھی اپنے خط میں اشارہ کیا ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔ **وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہٖ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایتہ ط واللہ علیم حکیم** (22/52) اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا، کہ جب اس نے اپنی وحی کی تلاوت کی (اسے لوگوں کے سامنے پیش کیا) تو شیطان نے اس کی تلاوت کردہ وحی میں اپنی طرف سے کچھ ملا نہ دیا ہو.....

یعنی ہر رسول کے ساتھ یہی ہوا کہ وہ خدا کا پیغام لوگوں تک پہنچا کر چلا جاتا، لیکن اس کے بعد مفاد پرست گروہ اس وحی میں اپنے خیالات کی آمیزش کر دیتے۔ لیکن خدا ایسا انتظام کرتا کہ اس کے بعد پھر ایک رسول بھیج دیتا جو سابقہ نبی کی وحی میں آمیزش کو مٹا دیتا اور خدا کی سچی اور صحیح تعلیم کو محکم طور پر لوگوں کو دے دیتا۔ یہ کچھ ہوتا رہا، تا آنکہ نبی اکرمؐ تشریف لائے۔ اور حضورؐ کی طرف نازل شدہ وحی کی حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لے لیا۔ اس لئے اب شیاطین کو اس میں کسی قسم کی آمیزش کی جرات نہیں ہو سکتی ☆ اس آیت میں جو کہا گیا ہے "**من رسول ولا من نبی**" تو اس سے یہ حضرات یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ رسول اور نبی الگ الگ اور ایک دوسرے سے متغائر ہوتے ہیں۔ قرآن فہمی کے سلسلہ میں سب سے پہلے آپ خود قرآن کریم کا یہ اصول ہمیشہ یاد رکھئے جس میں اس نے کہا ہے کہ اس کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل اور ثبوت یہ ہے کہ اس میں کوئی اختلافی بات نہیں۔ **(ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرًا** ۔ (4/82)

یہ واضح ہے کہ قرآن کریم کی بے شمار آیات ایسی ہیں جن سے یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ نبی اور رسول میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ دونوں کو کتاب ملتی ہے۔ اب اگر اس آیت (22/52) سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا جائے کہ رسول صاحب کتاب ہوتا ہے اور نبی صاحب کتاب نہیں ہوتا، تو اس سے قرآن کی آیات میں ایک بہت بڑا اصولی اختلاف پیدا ہو جاتا ہے جس سے اس کے منجانب اللہ ہونے کا دعویٰ ہی (معاذ اللہ) باطل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس آیت کا ایسا مفہوم صحیح نہیں ہو سکتا۔ ندوی صاحب نے جو لکھا ہے کہ بعض اہل علم نبی اور رسول میں فرق کے قائل نہیں، تو ان کے سامنے یہی حقیقت ہوگی۔ لیکن جو "اہل علم" ان دونوں میں فرق کرتے ہیں، اور اس کے لئے قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں، ان سے دریافت کرنا چاہئے کہ اس سے قرآن کریم کے پیش کردہ دعاوی میں جو اختلاف واقعہ ہوتا ہے، اس کا جواب کیا ہے؟

قرآن کریم کا انداز یہ ہے کہ جب اس نے کسی حقیقت کو حصر کے ساتھ سامنے لانا ہو (یعنی خاص اہمیت کے پیش نظر

اس کے تمام گوشوں کا احاطہ مقصود ہو) تو وہ اس کے لئے ان مختلف الفاظ کو ایک دوسرے کے ساتھ لے آتا ہے جو اس حقیقت کے لئے قرآن کے مختلف مقامات میں آئے ہوں۔ مثلاً قرآن کریم نے اپنے آپ کو عام طور پر ''قرآن'' کہا ہے۔ لیکن کہیں ''کتاب'' کہا ہے، کہیں ''ذکر'' کہا ہے۔ وغیرہ۔ اب قرآن ہی میں ایسی آیات بھی ہیں جن میں یہ الفاظ ساتھ ساتھ بھی آتے ہیں۔ مثلاً۔ **ان ھوا لا ذکر وقرآن مبین** (36/69) یا سورۃ حجر میں ہے۔ **تلك ایت الکتاب وقرآن مبین** (15/1)۔ ان (اور ان جیسی دیگر) آیات میں اگر (و) کے معنی (اور) کئے جائیں تو پہلی آیات کا ترجمہ ہوگا کہ ''یہ بجز ایں نیست کہ ذکر ہے اور قرآن مبین ہے۔'' اور دوسری آیت کا ترجمہ ہوگا ''یہ کتاب کی آیات ہیں اور قرآن مبین کی''۔ اس سے ذکر اور قرآن، یا کتاب اور قرآن دو الگ الگ چیزیں متصور ہوں گی۔ لیکن حقیقت یہ نہیں۔ قرآن ہی ذکر بھی ہے اور کتاب بھی ایسے مقامات میں (واؤ) تفسیری ہوتا ہے اور اس کے معنی ہوتے ہیں (یعنی) اس سے ان آیات کا ترجمہ ہوگا۔ ''یہ ذکر ہے یعنی قرآن مبین'' اور ''یہ کتاب یعنی قرآن مبین کی آیات ہیں'' اس سے وضاحت مقصود ہوتی ہے۔

بعض اوقات اہمیت کے پیش نظر بھی یہی انداز بیان اختیار کیا جاتا ہے۔ مثلاً سورۂ بقرہ میں ہے۔ **من کان عدو للہ وملئکتہ ورسلہ وجبرائیل ومیکائیل** ..... (2/98) ''جو اللہ اور ملائکہ۔ اور رسل۔ اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے۔'' یہاں پہلے ملائکہ کہا گیا ہے اور اس کے بعد جبریل اور میکائیل کا نام لیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جبریل اور میکائیل، ملائکہ کے اندر شامل ہیں۔ ملائکہ کہہ دینے کے بعد ان کے الگ ذکر سے یہ مطلب نہیں کہ یہ ملائکہ سے الگ ہیں۔ مقصد صرف اہمیت کو نمایاں کرنا ہے۔ اس طرح (66/4) میں ''ملائکہ'' کہنے کے بعد ''وجبریل'' بھی کہا گیا ہے۔

اب اسی سلسلہ میں ایک اور مثال دیکھئے جس کے بعد، ہم سمجھتے ہیں کہ اس موضوع پر کچھ مزید لکھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ سورۂ احزاب میں ہے۔ **واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنك ومن نوح وابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ابن مریم** ..... (33/7) پہلے کہا کہ ''جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا''۔ ظاہر ہے کہ ''انبیاء'' میں تمام نبی شامل ہیں اس کے بعد ہے۔ **ومنك** (اے مخاطب! یعنی نبی اکرمؐ) تجھ سے بھی۔ اس سے یوں نظر آئے گا، گویا یہ مخاطب، زمرہ انبیاء میں شامل نہیں، ان سے الگ کچھ اور ہے۔ اس کے بعد ہے، **ومن نوح** ..... اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ سے بھی یعنی یہ حضرات نہ تو انبیاء میں شامل ہیں اور نہ ہی اس گروہ میں جس سے مخاطب (**منك**) متعلق ہے۔ پوری آیت کا ترجمہ یوں ہوگا۔ اور جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا، اور تجھ سے بھی، اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ سے بھی .....''

اب غور کیجئے کہ کیا اس سے یہ سمجھا جائے کہ نبی اکرمؐ، حضرت نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) زمرہ انبیاء میں شامل نہیں؟ ان سے کچھ الگ ہیں؟ لیکن ایسا سمجھنا ٹھیک نہیں۔ یہ زمرہ انبیاء میں شامل ہیں۔

ان مثالوں سے واضح ہے کہ قرآن کریم کا یہ ایک خاص انداز ہے کہ وہ ایک گروہ کے مختلف افراد یا ایک کل کے مختلف اجزاء کا ذکر الگ الگ بھی کرتا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ وہ افراد اس گروہ سے یا وہ اجزاء اس کل سے الگ اور متغائر ہیں۔ لہٰذا سورۂ حج کی آیت (52) میں جو رسول اور نبی کے الفاظ الگ الگ آئے ہیں تو اس سے یہ مقصود نہیں کہ نبی اور رسول الگ الگ ہوتے ہیں۔ اس سے حصر یا اہمیت کا اظہار مقصود ہے۔ اور یہ عقیدہ کہ نبی اور رسول میں فرق ہوتا ہے۔ رسول

صاحب کتاب ہوتا ہے اور نبی، بلا کتاب۔ قرآن کریم کی تعلیم کے یکسر خلاف ہے۔ نبی، اور رسول ایک ہی فرد ہوتا تھا۔ اس کا خدا سے وحی پانا، نبوت تھا اور اس وحی کو آگے پہنچانا، رسالت۔ چنانچہ، جب حضورؐ نبی اکرم کو خاتم النبیین کہا جائے تو اس سے مطلب یہی ہوگا کہ اب باب نبوت بند ہو گیا۔ اس میں تشریعی اور غیر تشریعی کا کوئی فرق نہیں۔

ایک بات اور بھی قابل غور ہے۔ قرآن کریم نے، رسول کا لفظ (کئی مقامات پر) محض اس کے لغوی معنوں میں (یعنی قاصد، یا پیغام رساں کے معنوں میں بھی) استعمال کیا ہے۔ ان لغوی معنوں میں ہر وہ شخص "خدا کا رسول" (یعنی پیغام رساں) کہلا سکتا ہے، جو خدا کے کسی پیغام کو (یعنی جو پیغام کسی نبی کی کتاب میں درج ہو، اسے) دوسروں تک پہنچائے۔ ہو سکتا ہے کہ سورۂ حج کی زیر نظر آیت (22/52) میں رسول کا لفظ لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہو۔ اس صورت میں اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ ایسا ہوتا رہا ہے کہ جب کسی نبی نے اپنی کتاب کو لوگوں کے سامنے پیش کیا تو شریر النفس لوگوں نے اس میں تحریف کر دی یا اس کی کتاب کو کسی عام انسان نے دوسروں کے سامنے پیش کیا، تو لوگوں نے اس میں تحریف کر دی۔ مقصد اس سے یہ بتانا تھا کہ قرآن سے پیشتر کتب سماوی کے ساتھ یہ کچھ ہوتا چلا آیا تھا۔

ان معانی کی رو سے یہ بات بھی سمجھ میں آجاتی ہے کہ نبی اکرمؐ کو خاتم النبیین کیوں کہا گیا ہے، خاتم الرسل یا خاتم المرسلین کیوں نہیں کہا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی طرف سے کتاب کا ملنا تو اب ختم ہو گیا ہے، لیکن خدا کی طرف سے ملی ہوئی کتاب (قرآن کریم) کو دوسروں تک پہنچانے کا فریضہ جاری ہے۔ یہ امت کی ذمہ داری ہے۔ اور جو اس فریضہ کو سرانجام دیتا ہے وہ (مصطلحہ معانی میں نہیں بلکہ) لغوی معانی میں خدا کا رسول۔ یعنی اس کے پیغامات کو دوسروں تک پہنچانے والا کہلا سکتا ہے۔ (اگرچہ اس لفظ کو اب ان معانی میں بھی استعمال نہیں کرنا چاہئے، کیوں کہ اس سے خواہ مخواہ الجھنیں پیدا ہونے کا امکان ہے)۔

حاصل کلام یہ کہ۔ جب قرآن کریم نے متعدد مقامات پر واضح الفاظ میں بتا دیا کہ نبی اور رسول میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں صاحب کتاب ہوتے تھے تو پھر سورۂ حج کی زیر نظر آیت سے یہ مفہوم اخذ کرنا، کہ نبی اور رسول میں فرق ہوتا ہے، قرآن کے بنیادی اصول اور حتمی دعوے کے خلاف ہوگا۔ لہٰذا یہ آیت اس قسم کی تفریق کی دلیل اور سند قرار نہیں دی جا سکتی۔ اس کا مفہوم وہی لینا چاہئے جو قرآن کے دیگر متعلقہ مقامات سے مطابقت رکھے۔

آخر میں ہم محترم ندوی صاحب (اور انہی جیسے دیگر حضرات) کی خدمت میں گذارش کریں گے کہ جب آپ مسئلے مسائل کی باتیں کریں تو جو کچھ آپ کے جی میں آئے کہہ دیا کریں لیکن جب قرآن مجید کے متعلق بات کرنی ہو تو اس میں بڑی احتیاط برتنی چاہئے۔ اور جب کبھی کوئی غلطی واضح ہو جائے تو اسے کشادہ قلب سے تسلیم کر لینا چاہئے۔ (بشکریہ طلوع اسلام)

-/170 روپے منی آرڈر کیجئے ماہنامہ صوت الحق
آپ کو گھر بیٹھے سال بھر تک ملتا رہے گا۔